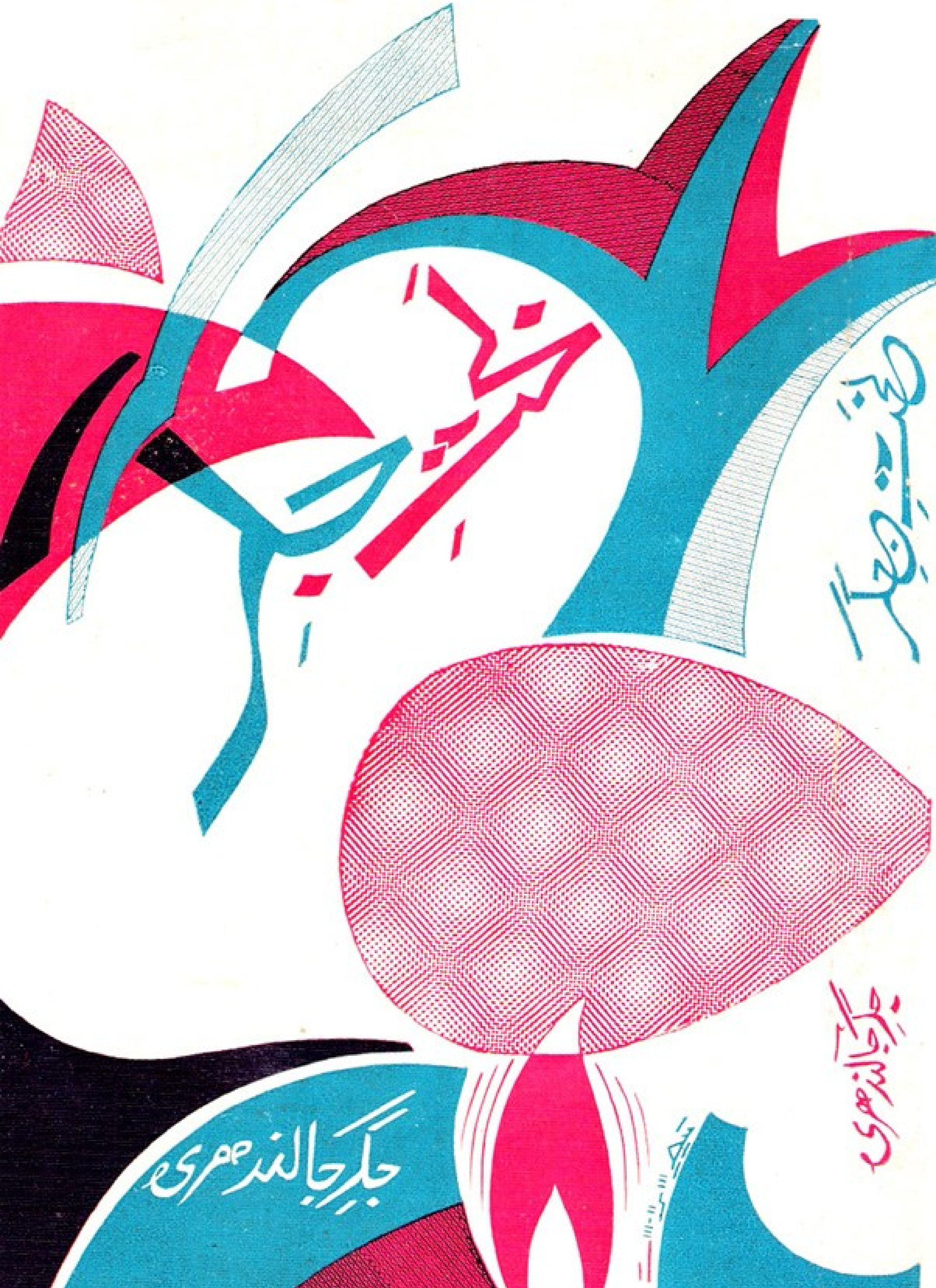

جگر جالندھری

حضور دیکھے ہیں ہم نے جناب دیکھے ہیں
زمیں میں دفن کئی آفتاب دیکھے ہیں

اشارے کرتے ہیں پردے سے بر سرِ محفل
حجاب والے بڑے بے حجاب دیکھے ہیں

ترے بدن کی مہک ہے ترے بدن کی مہک
چمن میں لاکھ مہکتے گلاب دیکھے ہیں

وہ کب اُٹھاتے ہیں سر اپنا بحرِ ہستی میں
شکستہ ہوتے جنھوں نے حباب دیکھے ہیں

جناب کو مری نظروں نے جب سے دیکھا ہے
نہ کہکشاں نہ مہ و آفتاب دیکھے ہیں

محبّت آپ کی جنّت بھی ہے جہنّم بھی
ثواب دیکھے ہیں اِس میں عذاب دیکھے ہیں

نہ حُسن ہے نہ جوانی ہے پائدار جگرؔ
غروب ہوتے مہ و آفتاب دیکھے ہیں

ایسا طوفان اُٹھا دیدۂ تر آج کی رات
جانے پائیں نہ کسی طور وہ گھر آج کی رات

میرے گھر ٹھہرے گا وہ رشکِ قمر آج کی رات
چاند کو سونپوں گا دربانیٔ در آج کی رات

سامنے بیٹھے ہیں وہ رُوپ سُنہری لے کر
تارِ زرّیں ہے مرا تارِ نظر آج کی رات

نہ ہو دَورانِ ملاقات سحر کا کھٹکا
اے فلک! کاٹ دے تُو وقت کے "پر" آج کی رات

لے کے آیا ہے کوئی سُرخ چمکتا چہرا
کیوں نہ تقسیم کروں لعل و گہر آج کی رات

چاند سا حُسن ہے سُورج سی جوانی اُس کی
ہیں بیک وقت بہم شمس و قمر آج کی رات

کل مُلاقات کا وعدہ ہے کسی خوش رُو سے
رات مجھ کو ہے قیامت کی جگر آج کی رات

○

تم حُسن کو نہ دیکھو خریدار کی طرح
سودا نہیں یہ سودائے بازار کی طرح

جو خود کبھی تھے صبحِ ضیا بار کی طرح
محتاجِ روشنی ہیں شبِ تار کی طرح

دُنیا نے اُس کو جیسا بھی چاہا بنا دیا
جو شخص چُپ رہا در و دیوار کی طرح

اُلفت کو اب جہاں میں کوئی پوچھتا نہیں
پھرتی ہے خوار آج کے فنکار کی طرح

دامن کو موتیوں سے کئی بار بھر دیا
ہے آنکھ اپنی ابرِ گہر بار کی طرح

پھولوں سے پتھروں کا دِیا کرتے ہیں جواب
اپنا چلن ہے شاخِ ثمردار کی طرح

ہرگز کسی کو سائے میں اپنے نہ لیجئے
جلنا پڑے گا دُھوپ میں اشجار کی طرح

محشر میں اُس کی شانِ کریمی کو دیکھ کر
بیٹھے ہیں بے گُناہ ، گنہگار کی طرح

ہر روز واسطہ ہے نئی واردات سے
اپنی حیات بن گئی اخبار کی طرح

اسرارِ زندگی سے جگرؔ جو ہیں آشنا
سُولی قبول کرتے ہیں وہ ہار کی طرح

○

موسم برسات نے کی ابتدا برسات کی
میری چشمِ تر سے ہو گی اِنتہا برسات کی
میرے سینے میں بھڑکتے ہیں جو شعلے آگ کے
اُن کو ٹھنڈا کر نہیں سکتی گھٹا برسات کی
اِس کی اک جُنبش سے مُردہ جسم میں جان آ گئی
کر رہی ہے کیا مسیحائی ہوا برسات کی
مے پرستی کی ہمیں تحریک دی برسات نے
مے پرستی بھی ہے گویا اک خطا برسات کی
بادۂ گلفام سے جو گرم رہتے ہیں مدام
اُن کو لگ سکتی نہیں ٹھنڈی ہوا برسات کی

دل مرا لوٹا نگاہِ یار نے
ہوش اڑائے ابروئے خمدار نے

وہ پلائی چشمِ مستِ یار نے
توڑ ڈالا جام ہر مے خوار نے

کہہ دیا کیا عشق کے بیمار نے
کی دعا مرنے کی ہر غم خوار نے

ہم سمجھتے تھے اسے وجہِ سکوں
اور تڑپایا ترے دیدار نے

دشمنوں کی دشمنی سے بچ گیا
مار ڈالا مجھ کو تیرے پیار نے

ظالموں سے دوستی کرنی پڑی
مجھ کو مارا لذتِ آزار نے

رنج و غم، آہ و فغاں، سوز و گداز
کی وفا مجھ سے انھیں دو چار نے

راہِ وفا کچھ ایسی تو دشوار بھی نہیں
لیکن رہے خیال کہ ہموار بھی نہیں

سب زندگی کو کہتے ہیں اک دردِ سر، مگر
مرنے کے واسطے کوئی تیّار بھی نہیں

ظالم خزاں نے لُوٹ لی گُلزار کی بہار
پھول اِک طرف یہاں تو کوئی خار بھی نہیں

کل تک جو لوگ رہتے تھے زلفوں کے سائے میں
آج اُن کے سر پہ سایۂ دیوار بھی نہیں

قیمت کبھی تھی عشق و محبّت کی جان و دل
اب کوئی اِس کا مُفت خریدار بھی نہیں

آدمی مجبور ہوتا ہے قضا کے سامنے
بُلبلہ پانی کا کیا ٹھہرے ہوا کے سامنے

عُمر بھر تو ہم بُتوں کی بندگی کرتے رہے
کون سا مُنہ لے کے جائیں اب خُدا کے سامنے

مے کا اک قطرہ ہے اب نایاب مے کش کے لئے
ساغر و مینا پڑے ہیں پارسا کے سامنے

وہ ہماری آہ پر کیونکر نہ ہوتے اور تیز
آگ کا شعلہ بھڑکتا ہے ہوا کے سامنے

جھومتا دِل کا تری زلفِ سیہ کو دیکھ کر
رقص ہے طاؤس کا کالی گھٹا کے سامنے

پار کشتی کو خُدا ہی نے لگایا تھا، مگر
ہم تو دانستہ رہے چُپ ناخُدا کے سامنے

کون اُٹھتا ہے ترے کوچے سے پہلے دیکھئے
آج بیٹھا ہے جگر اک نقشِ پا کے سامنے

قومی یکجہتی

اُٹھو اے ہندوالو چھوڑ دو اس خوابِ غفلت کو
نہ کھو دینا کہیں تم ہاتھ سے دیرینہ عظمت کو
بناؤ راہ بر اپنا بصیرت کو شجاعت کو
خوشی سے جان پر جھیلو ہر اک مشکل کو آفت کو
نہیں اب وقت سونے کا اُٹھو بیدار ہو جاؤ
عدُو کے واسطے چلتی ہوئی تلوار ہو جاؤ

رہو آپس میں مل جُل کر محبت سے مروّت سے
کرو تسخیر عالم کو تم اپنی نیک خصلت سے
کدُورت کو بدل ڈالو خیالِ مہر و الفت سے
مٹا دو امتیازِ دین و مِلّت کو اخوّت سے
تمیزِ ادنےٰ و اعلےٰ نہ تم پیدا کرو دِل میں
ہمیشہ مہر و انجم رہتے ہیں سب ایک محفل میں

وطن کے بچّے بچّے تک یہی پیغام پہنچاؤ
ہر اک انسان کو انسانیت کی راہ پر لاؤ
ہر اک سینے میں دِل بن کر جگر بن کر سما جاؤ
ترانے باہمی اُلفت کے ہر اک بزم میں گاؤ

منوّر شمعِ اُلفت سے اگر ہر ایک کا دِل ہو
فلک سے توڑ کر تارے بھی لانا پھر نہ مشکل ہو

نہ ہندو ہو نہ مُسلم ہو نہ سِکھ ہو تم نہ عیسائی
نہ پنجابی نہ بنگالی نہ آسامی نہ گجراتی
مراٹھی ہو نہ کشمیری بہاری ہو نہ مدراسی
وطن ہندوستاں ہے اور تم ہو سب کے سب ہندی

مِٹا دو مذہب و مِلّت کے جھگڑے اے وطن والو
تم اب تسبیح کے دانوں کی صُورت ایک ہو جاؤ

یہ جھگڑے دین و ایماں کے مٹا دو ایک ہو جاؤ
اخوّت ہی کو اپنا دین اور ایماں اگر سمجھو
اگر شاہ و گدا کا تفرقہ دِل سے مٹا ڈالو
اگر تم آج ہی سے مِل کے رہنے کی قسم کھا لو

ہر اک دِل میں مروّت ہو محبّت ہو شرافت ہو
تو پھر ہندوستاں کا کونہ کونہ رشکِ جنّت ہو

تولیدِ پسر پر

اے مِرے باغِ زندگی کی بہار
دِل فدا تجھ پہ جان تجھ پہ نثار
اپنی ماں کی تُو آنکھ کا تارا
اور اُس کو ہے جان سے پیارا
لوری دے کر تجھے سُلاتی ہے
اور جُھولا تجھے جُھلاتی ہے
تجھ کو سَو سَو دعائیں دیتی ہے
آپ سَو سَو بلائیں لیتی ہے
کِس قدر پیاری تیری صُورت ہے
ایک من موہنی سی مُورت ہے
تجھ سے ہر ایک پیار کرتا ہے
اور پھر بار بار کرتا ہے

کوئی کہتا ہے تجھ کو مہ پارا
کوئی کہتا ہے آنکھ کا تارا
ایک کہتا ہے تجھ کو رشکِ قمر
دوسرا کہہ رہا ہے نُورِ نظر
کوئی کہتا ہے آ اُٹھالُوں تجھے
اپنے سینے سے مَیں لگالُوں تجھے
چشمِ بد بیں سے مَیں بچالُوں تجھے
گوشۂ دل میں آ چھُپالُوں تجھے
تُو بزرگوں کی ہے دُعا کا صِلا
جو خُداوند نے مجھے بخشا
تیرے حق میں ہے یہ دعائے جِگر
تُو بنے پیل تن جواں ہو کر
تُو بنے اپنے عہد کا رُستم
تیرے آگے نہ مارے کوئی دم
اور میری دعا یہ ہے اے لال!
تُو سلامت رہے ہزاروں سال

کیوں ہو جنّت کی طلب کوچۂ دلدار کے بعد
ہیچ ہیں ساغر و مینا نگہِ یار کے بعد
مجھ کو اُس چاند سے مکھڑے کی قسم ہے نہ پیوں
اگر امرت بھی ملے شربتِ دیدار کے بعد

گُلبدن گلعذار کی باتیں
کسی رشکِ بہار کی باتیں
شعر وہ دل فریب ہوتا ہے
جس میں ہوں حُسنِ یار کی باتیں

چراغِ عمر پہنچنے کو ہے قریبِ سحر
زباں پہ ذکر ہے لیکن پری جمالوں کا
جنابِ شیخ! یہ عُمر اور یہ سیہ کاری
خیال کیجئے کچھ تو سفید بالوں کا